☆ جدیدیت پسند مسلم مفکرین سرسید، عبدہٗ سے لے کر عبیداللہ سندھی اور جاوید غامدی تک داڑھی کو ایک غیر اہم معاملہ قرار دیتے ہیں، بلکہ ان کے خیال میں داڑھی منڈوانا کوٹ پتلون پہننا اہم دینی ضرورت ہے اس لیے ان جدیدیت پسندوں کے متوسلین اسی لباس میں نظر آتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں داڑھی فرض ہے یا سنت اس کا منڈوانا حلال ہے یا حرام، اس بحث سے قطع نظر اسلامی تاریخ میں ایک حجام نے اس مسئلے کی ایسی علمی، عقلی منطقی، کلامی، توجیہہ کی کہ اس کے سامنے جدیدیت پسندوں کا علم کلام آہ بے اثر نظر آتا ہے۔ مشہور شاعر قتیل دہلوی ایک نائی کے پاس داڑھی منڈوانے گئے، نائی نے ان سے پوچھا آقا شما ریش می تراشی؟ آپ اور داڑھی منڈواتے ہیں۔ انھوں نے تنک کر جواب دیا بلّی ریش خود می تراشم دلِ کسی رانمی تراشم۔ ہاں داڑھی منڈواتا ہوں کسی کا دل نہیں تراشتا۔ اس نے نہایت آہستہ سے گلوگیر آواز میں جواب دیا۔ دل کسی نمی تراشی الا دلِ رسول یعنی کسی کا دل نہیں تراشتے نہیں چھیلتے سوائے رسول اللہ ؐ کے دل کے۔ اس جواب نے قتیل کو پانی پانی کر دیا۔ واضح رہے کہ مسئلہ خلق قرآن پر ایک مسخرے نے اپنے مسخرے پن سے بادشاہ وقت کا قلب بدل دیا تھا۔ جب اس نے استفہامیہ انداز میں بادشاہ سے پوچھا کہ حضور اگلے برس حضور تراویح میں کیا پڑھیں گے۔ بادشاہ نے بے ساختہ جواب دیا قرآن اس نے جواباً عرض کیا حضور وہ تو خلق ہے اگر اگلے برس تک انتقال کر گیا تو تراویح میں کیا پڑھا جائے گا۔ اس لطیف طنز نے فکر و نظر کے تمام واہمے دھو دیے اور بادشاہ وقت نے معتزلہ کے گمراہ کن افکار سے توبہ کر لی۔ ان کی سرپرستی ختم کر دی، اسلامی تاریخ وتہذیب کو بچانے کے لیے اگر شیخ الاسلام کافی نہ ہوں تو اللہ اپنے دین کے تحفظ کے لیے نائی اور مسخروں سے کام لیتا ہے اور باطل کو شکست دیتا ہے۔ تصویر کے مسئلے پر ایک مخدوب کے بار بار انکار پر جب اس کا عقلی جواب مانگا گیا تو وہ بے اختیار رو دیا۔ اس نے کہا کہ میرے آقا ؐ کی تصویر موجود نہیں ہے، ان کے رب نے جو کائنات کا رب العالمین ہے فرعون مصر کی تصویر اہرام مصر اور ممیوں کی صنعت کے ذریعے قیامت تک محفوظ فرما دی کیونکہ اذن ربی یہی تھا کہ ہم تیری لاش کو قیامت تک باقی رکھیں گے۔ اگر اذن ربی ہوتا تو رسالت مآب ؐ کی تصویر بھی باقی رکھی جاتی۔ جب آپ کی تصویر نہیں ہے تو میری تصویر کیوں باقی رہے۔ یہ تو اذن ربی کے منافی ہے۔ دین عقل کا نہیں نقل کا نام ہے جو کچھ پیغمبر ذات رسالت مآب تمھیں دے دے وہ لے لو اور جس سے منع فرما دے اس سے رک جاؤ۔ یہ بال کی کھال نکالنے کا عمل جدیدیت پسندوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے جنھیں تمام عیوب نقائص خامیاں، کمزوریاں، غلطیاں، تسامحات، رخنے، گڑھے، مسائل، صرف اور صرف اسلامی تاریخ وتہذیب میں نظر آتے ہیں اور مغرب میں انھیں سوائے خیر کے کچھ نظر نہیں آتا۔ جدیدیت پسندوں نے آج تک اپنے عہد کی استعماری طاقت کے خلاف کچھ نہیں لکھا لیکن اسلامی تاریخ و معاشرت کو قلم سے روندتے رہے۔ جدیدیت پسند ہمیشہ استعماری طاقتوں کے حلیف کیوں بن جاتے ہیں؟ تاریخ کی روشنی میں جائزہ۔

☆ عہد قدیم کے اسلامی شہر ایک خاص ترتیب ونظم وضبط سے آباد کیے جاتے تھے جس میں مسجد اور مدرسے کو مرکزی مقام حاصل تھا۔ مدرسہ مسجد سے ملحق رہتا تھا۔ گویا علوم نقلیہ وعقلیہ مسجد کے ساتھ براہ راست متعلق اور علوم عقلیہ بھی قرآن وسنت کے تابع رہ کر معاد کے لیے معاون علوم کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ شہر میں بازار، مسجد اور مدرسے ایک ہی جگہ قائم رہتے تھے تاکہ اللہ کی رحمت اس کا خوف اس کا سایہ، مسجد سے مدرسہ اور بازار تک محیط رہے اور خشیت الٰہی ہر دل پر غالب رہے۔ شہر کے تمام راستے گھوم کر مسجد تک چلے جاتے تھے یعنی ہر راہ راہ خدا تک پہنچتی تھی۔ مسجد اور مالک الملک کو شہر میں یہ مرکزی مقام شہر کی روحانیت کا اعلان واظہار تھا۔ اسی مرکزی مقام کے آس پاس قبرستان بھی ہوتے تھے تاکہ زندگی اور موت کا مستقل تعلق استوار رہے اور حیات مابعد کا تصور زیارت قبور کے ذریعے شہریوں کے دل میں ہمہ وقت راسخ رہے، بڑے بڑے اسلامی شہروں میں گھروں اور بیرونی دنیا میں فاصلے کا خصوصی خیال رکھا جاتا تھا تاکہ نجی زندگی باہر کے ہنگاموں سے قطعاً محفوظ اور مامون رہے اور سکون وطمانیت خاندانی زندگی کا ورثہ بن جائے۔ شہروں کی یہ صورت گری، خالق خلق اور تخلیقی صلاحیت کے مابین ایک مثلث کی صورت میں اللہ کی مرکزیت کا اعلان نامہ ہے۔ تعلیم، تدریس، دنیا، معاش، علوم عقلی سب عبادت رب کے زیر اثر عابدین کے اعمال بن جاتے تھے۔ بغداد میں تین ہزار مساجد تھیں، آبادی کا تخمینہ گیارہ لاکھ تھا اور اس آبادی کی رہائش کے لیے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مکان موجود تھے۔ حماموں کی کثیر تعداد تھی، جو صفائی نصف ایمان کی عملی تفسیر تھے۔ علوم نقلیہ وعقلیہ عام تھے۔ ہر کہہ و مہہ ان سے واقف تھا۔ ابن سینا نے ایک سبزی فروش سے ریاضیات کے اسباق لیے، اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا سائنس دان نہیں ملتا جس نے حصول علم کے لیے کئی ملکوں کے اسفار نہ کیے ہوں۔ آج دنیا بھر میں سفر کی سہولتیں پندرہویں صدی ہجری کے مقابلے میں بے پناہ ہیں لیکن دنیا میں ۶۰۰۰ء فی صد سائنس داں بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے علوم عقلیہ کے حصول کے لیے تمام براعظموں کے اہم سائنس دانوں سے استفادہ کیا ہو، کیونکہ ذرائع رسل وسائل کے اخراجات اٹھانا کسی کے لیے ممکن نہیں جب کہ اس زمانے میں اونٹ، خچر، گھوڑے پر لوگ تمام براعظم تک پہنچتے تھے اور علم سے استفادہ کرتے تھے۔ اسلامی عہد تاریخ میں شہروں، محلوں، گلیوں، صنعت وحرفت اور اسفار غیر ملکی کا پہلا مفصل محققانہ اور ناقدانہ جائزہ۔

Back Page